Vol 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

منٹوؔ کی حقیقت نگاری۔۔۔ایک جائزہ

Manto's Realism...An Overview

۱ محمد راشد طفیل
۲ محمد اویس سلیمی

ABSTRACT

Saadat Hasan Manto is the most prominent short-story writer. He is the most admirable and the most controversial as well. Manto wrote a number of short-stories about partition and riots.He depicted the true picture of social and cultural issues.His bold and blunt style of writing was astonishing and he had to face several court cases accused of obscenity.This article deals with Manto's style of writing.

Keywords: *Manto, Short Story, Controversial, Style, Obscenity.*

کلیدی الفاظ: منٹوؔ، افسانہ، متنازعہ، اسلوب، فحاشی۔

سعادت حسن منٹوؔ کا نام اردو افسانے کی تاریخ میں روشن باب کی طرح ہمیشہ قائم رہے گا۔ جس نے نہ صرف اردو زبان و ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا بلکہ اردو افسانے کو بین الاقوامی حوالے سے معتبر بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ منٹوؔ کشمیری النسل تھا جس نے زندگی کو حقیقی انداز میں دیکھا، پرکھا اور برتا بھی۔ سماجی، معاشرتی اور تہذیبی حوالے سے رونما ہونے والی تبدیلیاں جنہوں نے برصغیر کی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے، مشنری نظامِ تعلیم، تہذیب اور سیاسی اثرات جو برصغیر کے نظام اور معاشرے پر خارجی اور داخلی حوالے سے موجود تھے۔ سامراجی، طاغوتی نظام اپنی جڑیں مضبوط کر چکا تھا، افراط و تفریط بھی اسی نظام کا حصہ تھا، ایسے ماحول میں منٹوؔ نے اپنی افسانہ نگاری کا آغاز کیا۔ ابتداء میں منٹوؔ روسی تخلیق کاروں سے متاثر ہوئے۔ روسی ادب سے متاثر ہو کر افسانہ " تماشا" لکھا جس میں فرنگی جبر و استبداد علامتی اور استعاراتی انداز میں دکھایا۔ ایک بچے کے کردار کے ذریعے ظلم و جبر کے جذبات کو بیان کیا۔ یہ افسانہ اسلوب اور بیانیہ کے حوالے سے جبر و تشدد کی شہادت کا حوالہ ہے۔ یہ ابتدائی افسانہ اپنے اندر سیاسی ابتری اور نئی تبدیلی کی کئی جہتیں لیے ہوئے ہے۔

انگریزی نظام کے ہاتھوں ہونے والے ظلم و بربریت کی روایت کو منٹوؔ نے جس طرح اپنی تخلیقات کے اندر جذب کر کے نظم کیا ہے یہی سلسلہ ۱۹۴۷ء کے تقسیمِ ہند کے بعد کے افسانوں میں بھی نظر آتا ہے۔ منٹوؔ اپنے سماج کا عکاس ہے اور بلیغ نباض بھی ہے۔ افسانہ " تماشا" میں بچے کا کردار برصغیر میں ہونے والے ظلم کے خلاف عوامی بے بسی کا عمدہ اظہار ہے۔ طیاروں کی مدد سے گرائے جانے والے بموں اور گولیوں کے جواب میں کھلونا بندوق سے جواب دینے کا جذبہ بے بسی کی عمدہ مثال ہے۔

۱۔ پی ایچ ڈی اسکالر (اردو) لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

۲۔ پی ایچ ڈی اسکالر (اردو) گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

منٹو آغاز میں ترقی پسند تحریک اور ترقی پسند ادب کے روحِ رواں تھے۔ ترقی پسند تحریک اور نظریے کو ایک عرصہ تک منٹوؔ نے اپنے افسانوں، ڈراموں، خاکوں اور مضامین میں علامتی اور استعاراتی انداز میں بیان کیا ہے۔ منٹوؔ روسی ادب سے واقفیت کے ساتھ انگریزی ادب کا بھی عمیق تجزیاتی اور نفسیاتی حوالے سے گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ افسانہ " نیا قانون" کے مرکزی کردار منگو کوچوان اور انگریز گورے کے ذریعے جس علامتی انداز میں برصغیر میں نئے نافذ ہونے والے کالے قانون کے بارے نفسیاتی اور تجزیاتی طور پر مکالمہ بیان کیا ہے اس سے عیاں ہے کہ کس طرح فرنگی نظام معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی استحصال کے خواہاں تھے۔ برصغیر میں سماجی اور معاشرتی شکست و ریخت کے عمل سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کو عمومی انداز کے ساتھ دیکھا ہے۔ منٹوؔ کا تعلق جس سوسائٹی سے تھا وہ تہذیبی ٹکراؤ کا شکار رہی۔ انگریز سوسائٹی اس میں رچ بس گئی تھی۔

منٹوؔ امرتسر سے بمبی چلا جاتا ہے۔ وہاں کا ماحول بھی اسے راس نہ آیا۔ فلمی دنیا کے اندر جا کر زندگی کا نیا رخ سامنے آیا۔ فلستان لمیٹڈ میں شمولیت اختیار کی تو ہر طرف سے تنقید شروع ہو گئی لیکن تنقید منٹوؔ کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس سے قبل وہ کئی فلمی کہانیاں لکھ چکا تھا۔ بمبی کے فلمی حلقے اس کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرنے لگے تھے۔ بدقسمتی سے فلمی صنعت میں بطور کہانی نویس منٹوؔ کا نام روشن نہ ہو سکا۔ ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ منٹوؔ بنیادی طور پر ترقی پسند سوچ کا حامل تھا جبکہ پروڈیوسر پرانی لکیروں کے پیٹنے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لیے منٹوؔ نے بھی اس طرف خاص توجہ نہ دی۔ تقسیمِ ہند کے بعد ان کے لیے یہ ماحول ناقابلِ برداشت ہو گیا۔

Vol 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

منٹو طبعاً افسانہ نگار تھا۔ وہ افسانے کے اسرار و رموز سے مکمل واقفیت رکھتا تھا۔ منٹو خاص ماحول میں افسانہ تخلیق نہیں کرتا تھا بلکہ جب آمد ہوتی تو اسی وقت کاغذ قلم پکڑ کر لکھنا شروع کر دیتا۔ گھر میں شور ہے، باہر ہنگامہ ہے، کوئی بلند آواز سے گفتگو کر رہا ہے، وہ ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر لکھتے جاتے۔ اس صورتِ حال کے بارے منٹو خود اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "افسانہ میرے دماغ میں نہیں میری جیب میں ہوتا ہے کیونکہ میں افسانے کے پیسے پیشگی لے چکا ہوتا ہوں۔ اب لکھنا میرا اخلاقی اور پیشہ وارانہ فرض ہو جاتا ہے اور پھر لکھنے کی انگیخت اور اکتاہٹ خود بخود ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن جب آمد ہوتی ہے تو لکھنا شروع کرتا ہوں تو ختم کر کے دم لیتا ہوں۔" [1]

منٹو حقیقت پسند سوچ کا حامل تھا۔ وہ جو کچھ ارد گرد کے ماحول میں دیکھتا تھا اسے ویسے ہی لکھ دیتا تھا۔ اس کی قوتِ متخیلہ بہت مضبوط تھی۔ وہ فکر و دانش میں کمال رکھتا تھا۔ اس کا معروضی مشاہدہ غضب کا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ شعور و دانش سے افسانہ نہیں بن سکتا۔ معروضی مشاہدہ سوشل سائنس والوں کا خصوصی طریقِ کار ہے لیکن وہ منٹو نہیں بن سکتے۔ اس لیے ان کا مشاہدہ مجاہدہ نہیں بننے پاتا۔ وہ معروض کو دیکھنے والے کی نفسیات سے الگ کر دیتے ہیں۔ ان کے یہاں خارج ہی خارج ہے داخل میں کچھ نہیں۔ افسانہ نگار کی قوتِ متخیلہ اشیاء کے ظاہر ہی کو نہیں دیکھتی، اشیاء کے باطن کو بھی دیکھتی ہے اور اپنے باطن کی شناخت اشیاء کے حوالے سے کرتی ہے۔ افسانے کا فن تخیلاتی فن ہے۔ افسانہ نگار محض اپنی سرگزشت نہیں سناتا، قابلِ تصدیق سچی کہانیاں نہیں کہتا لیکن اس کا سنانے کا انداز اس طرح کا ہوتا ہے کہ کسی تصدیق کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور نہ کسی خارجی شہادت کی۔

منٹو کے افسانوں کی دنیا لامحدود ہے۔ ان کے ہم عصروں میں عصمت چغتائی، غلام عباس، راجیندر سنگھ بیدی سحر، کرشن چندر، باری علیگ اور احمد ندیم قاسمی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ منٹو کے قاری نے زیادہ تر وہی افسانے پڑھے ہیں جن پر مقدمات بنے یا جو بار بار انتخاب میں شائع ہوتے رہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک سو سے زائد افسانے اور بھی ہیں جن میں طوائف یا بھڑوے پیش نہیں کیے گئے۔ جس قاری نے "تماشا"، "نعرہ"، "فرشتہ"، "ٹوبہ ٹیک سنگھ"، "نیا قانون"، "آم سوراج کے لیے"، "پڑھیے کلمہ"، "ترقی پسند" جیسے افسانوں کو نہیں پڑھا یا پڑھنے کے بعد ان کو بھی منٹو کا خاص میدان نہیں سمجھا تب آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ قاری منٹو سے واقف نہیں۔ یہ بھی کہ جس قاری نے "دھواں"، "کالی شلوار"، "ہتک"، "بو"، "بابو گوپی ناتھ"، "ٹھنڈا گوشت"، "ممی"، "موذیل"، "پھندے" قابلِ ذکر افسانے ہیں جن میں زندگی کے بے شمار روپ قاری کے سامنے آتے ہیں۔ منٹو افسانے کی زبان اور روپ میں زندگی کے تلخ و ترش حقائق کو بیان کرتا ہے جس سے قاری پر بہت سے راز آشکار ہوتے ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد منٹو نے جو افسانے لکھے وہ ایک مضطرب اور بے صبر ذہن کی پیداوار ہیں۔ یہ زمانہ ان کے لیے بے حد دباؤ کا زمانہ تھا۔ اپنے آپ کو منوانے کی بے پایاں خواہش، مالی تنگی، ہر روز ایک افسانہ لکھنے کا بوجھ، اس غیر معمولی صورتِ حال میں منٹو فنی طور پر بے حد چست افسانے لکھتا رہا۔ نقوش کے "منٹو نمبر" میں روزانہ لکھے گئے ۲۰ افسانے جو محمد طفیل نے پہلی مرتبہ خصوصی نمبر میں چھاپے ہیں۔ یہ افسانے ان کی فنی مہارت کو قاری پر واضح کرتے ہیں۔ اگرچہ موضوعاتی اعتبار سے یہ افسانے بھی کم نوعیت کے نہیں ہیں لیکن جس طرح ان کو افسانے بنایا گیا ہے وہ قابلِ توجہ امر ہے۔ بعض افسانے تو ایسے بھی لکھے کہ منٹو نے کسی دوست سے کہہ دیا کہ وہ کوئی جملہ بولے میں اس جملے پر ابھی افسانہ لکھ دیتا ہوں۔ تاریخ ادب گواہ ہے کہ منٹو نے دوست کے بولے ہوئے جملے پر فوراً افسانہ لکھ دیا۔ ایسے لکھے ہوئے کئی افسانے منٹو کے شاہکار افسانوں میں شامل ہیں۔ منٹو کے اس کمالِ فن کے بارے مشرف عالم ذوقی اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

> "منٹو لکھنے سے پہلے بہت زیادہ سوچتا بھی نہیں تھا۔ کہانی اس کے گھر کی پالتو بلی جیسی تھی جو ذرا سا پچکارنے پر اس کے پاس آ جاتی۔ اپنے گھر کے بکھرے ہوئے کمرے میں منٹو قلم اٹھاتا اور کہانی خود بخود شروع ہو جاتی۔" [2]

تقسیمِ ہند کے بعد منٹو کے فن میں بعض اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ یہ تبدیلیاں کچھ فنی نوعیت کی تھیں اور کچھ منٹو کے تخلیقی مزاج کی بدولت تھیں۔ تقسیمِ ملک سے پہلے منٹو کی بارہ کے قریب کتب شائع ہو چکی تھیں جن میں ڈرامے، تراجم کے مجموعے اور خاکوں کے دو مجموعے "گنجے فرشتے" اور "لائوڈ سپیکر" بھی شامل تھے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۵ء تک منٹو کی ۲۵ کے قریب کتابیں شائع ہوئیں۔ تخلیقی اعتبار سے یہ دور متنوع نوعیت کا معلوم ہوتا ہے۔ اس دور کے افسانوں میں اختصار کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ زبان زیادہ تاثراتی ہے سوائے "ٹوبہ ٹیک سنگھ" کے۔ اس کے بڑے افسانے بمبئی کی زندگی سے متعلق ہیں۔ آخری دور کے لکھے گئے افسانوں میں "پھندنے"، "فرشتہ"، "یاردہ شمالی" فن اور اسلوب کے حوالے سے نئے تخلیقی شعور، مظہریاتی اور نئے سٹرکچر کے حامل ہیں۔

منٹو ایک بے باک اور نڈر افسانہ نگار تھا۔ اس نے زندگی کے روپ کو جس انداز میں دیکھا اسے اسی طرح افسانوں میں لکھ دیا۔ اسی بنا پر اس کے کچھ افسانوں "کھول دو"، "ٹھنڈا گوشت"، "کالی شلوار"، "بو" اور "دھواں" پر عریانی اور فحاشی کے مقدمات بنے۔ منٹو ان مقدمات سے بری ہوئے۔ عریانی اور فحاشی کا لیبل ان کے تخلیقی شعور اور مقام کو کمزور نہ کر سکا۔ انھوں نے زندگی کے ہر پہلو کو اپنی تخلیق کا حصہ بنایا۔ ان کے تمام کردار زندہ اور عام زندگی کی چلتی پھرتی تصاویر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے کردار مختصر تعارف سے قاری پر

Vol 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ظاہر ہوتے ہیں۔ اس طرح منٹوؔ کے افسانوں میں بے جا طوالت اور کہانی کے گرد سجاوٹ کی باڑ نہیں ہوتی۔ ان افسانوں میں " بادشاہت کا خاتمہ " ، " بسم اللہ " ، " ملاقاتی " ، " برقعے " ، " شکاری عورتیں " ، " آخری سلیوٹ " ، " ماتمی جلسہ " ، " مصری کی ڈلی " ، " ساڑھے تین آنے " ، " خالی بوتلیں " ، " خالی ڈبے " ، " ٹیڑھی لکیر " وغیرہ شامل ہیں جو ادب کے قاری کے لیے قابل فہم افسانے معلوم ہوتے ہیں۔ منٹوؔ کے حقیقت نگار افسانہ نگار ہونے کے بارے ڈاکٹر صالحہ زریں اپنی رائے کا اظہار کچھ اس طرح کرتی ہیں:

> "منٹوؔ حقیقت پسند افسانہ نگار تو ہے مگر وہ سماج کی ہو بہو تصویر کھینچنے اور اس میں رنگ بھرنے کا بھی ماہر ہے۔ انھوں نے بہت سے سیاسی، سماجی، معاشرتی، نفسیاتی، رومانی افسانے لکھے ہیں۔ منٹوؔ نے معاشرہ میں زندہ رہنے والے ہر طبقے کے لوگوں کی زندگی کی نفسیاتی تہہ داریوں کو سمجھتے ہوئے۔۔۔ معاشرتی حقائق پر سے پردے ہٹائے ہیں اور انھیں قاری کے بے حد قریب پہنچا دیتے ہیں۔" ۳

منٹوؔ اردو ادب کے ایک منفرد حقیقت پسند افسانہ نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ وہ افسانے کی جدید تکنیک سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ اگر ہم منٹوؔ کو اس کے عہد کے عمومی افسانوں کے متوازی رکھیں تو حقیقت پسندی کا رجحان دوسروں سے مختلف معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے آنکھوں سے حقیقت پسندی کے پہلوئوں کو تلاش کیا ہے۔ اردو زبان و ادب کی تاریخ میں منٹوؔ کا نام ہمیشہ درخشندہ ستارے کی طرح نئے لکھنے والوں کو روشنی فراہم کرتا رہے گا۔ آج ہمارا معاشرہ جن مسائل سے دوچار ہے، زندگی کے نشیب و فراز جو اکیسویں صدی کے آغاز میں ہمارا مقدر بن رہے ہیں ہم اگر ان کو منٹوؔ کے افسانوں کی روشنی میں دیکھیں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ شاید منٹوؔ نے آج کے مسائل کو ہی بیان کیا ہے۔ منٹوؔ ایک عہد ساز، تاریخ ساز اور حقیقت پسند افسانہ نگار تھے جو رہتی دنیا تک ہمیشہ یاد رکھیں جائیں گے۔ منٹوؔ کی حقیقت نگاری کے بارے ڈاکٹر اے بی اشرف اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں :

> "منٹو ایک ایسا حقیقت نگار ہے جو گندگی کے ڈھیر سے ناک پر رومال رکھ کر گزر نہیں جاتا، بلکہ وہ وہاں رُک جاتا ہے، اسی ڈھیر کو کرید تا ہے۔ اس میں وہ ہماری ترک شدہ اور ٹھکرائی ہوئی چیزوں کو ڈھونڈتا ہے۔ اس کچرے میں اس کو ہماری اخلاقی باخنگی، ہماری خام کاری اور ہماری حرام کی کمائی کے نشانات کی تلاش ہوتی ہے۔ ہم اس سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ منٹو بھی تو اس تعفن کو گوارا کرتا ہے اور اس کا آدرش یہ ہے کہ ہم بھی اپنے ضمیر کی آواز سنیں، اسے دبائیں نہیں لیکن اپنے آپ کو سیدھا کرنے کا حوصلہ کسی میں نہیں۔" ۴

منٹوؔ نے اپنے ارد گرد جو کچھ بھی دیکھا چاہے وہ سیاسی حالات ہوں، معاشرتی حالات، قتل و غارت، عورت و مرد کے جنسی تعلقات وغیرہ غرض ہر ایک موضوع پہ اس نے بے باک لہجے میں اظہار کیا ہے۔ وہ کسی بھی بات کو بیان کرنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتا بلکہ کھلے الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ منٹوؔ اس فن میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ سیاسی حالات کے بارے میں بھی اس نے کھل کر تنقید کی ہے۔ سیاسی منظر نامے پر ہونے والی ناانصافیوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اس ضمن میں ان کے افسانے " نیا قانون " ، " ٹوبہ ٹیک سنگھ " ، " آخری سلیوٹ " ، " ٹیٹوال کا کتا " اور " نعرہ " قابل ذکر ہیں۔ جن میں انھوں نے اس دور کے سیاسی اور معاشرتی حالات و واقعات کی بہترین عکاسی کی ہے۔ اسی طرح انھوں نے مرد اور عورت کے جسمانی تعلقات، جذبات و احساسات اور مختلف جنسی موضوعات کو بھی کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ انھیں بعض افسانوں میں جنسی موضوعات اور ان کے انداز بیان کی وجہ سے شدید تنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا اور مقدمات بھی برداشت کرنا پڑے۔ منٹوؔ کی حقیقت نگاری پر ہونے والی شدید تنقید کے ردِ عمل میں وہ خود یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

> "اگر آپ ان افسانوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ یہ زمانہ ہی ناقابل برداشت ہے۔ میری تحریر میں کوئی نقص نہیں ہے، جس نقص کو مجھ سے منسوب کیا جاتا ہے دراصل موجودہ نظام کا نقص ہے۔" ۵

جنسی موضوعات کو بیان کرنے میں منٹوؔ کو ایک خاص قسم کا فن حاصل ہے۔ اردو ادب میں شاید ہی کوئی ایسا ادیب یا مصنف ہو جس نے اس انداز اور اس کثیر تعداد میں جنسی معاملات، حالات، مسائل اور جذبات کو بیان کیا ہو۔ منٹوؔ نے اس کام کو بڑی دلیری اور ہمت سے سرانجام دیا ہے۔ منٹوؔ نے روزمرہ زندگی اور اس میں پیش آنے والے معاملات اور مسائل کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اسے اپنی حساس طبیعت کی وجہ سے شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ اسی احساس کو انھوں نے لفظوں کی صورت میں اپنے مختلف افسانوں میں بیان کر دیا۔ ان کی اسی روش کو ادبی دنیا میں حقیقت نگاری کا نام دیا گیا۔ اسی منفرد اور ممتاز تخلیق نگاری کے بارے ڈاکٹر عبدالرشید یوں رقم طراز ہیں :

> "افسانے کی تاریخ میں سعادت حسن منٹوؔ کا ذکر ہوتے ہی ایسے ادیب کی شخصیت سامنے آتی ہے جس نے جنس نگاری کے ساتھ ساتھ ایسی دلچسپی ظاہر کی کہ دونوں لازم و ملزوم ہو گئے۔ منٹوؔ نے درجنوں جنسی کہانیاں لکھ کر افسانہ نگاری میں ایک نیا باب کھولا اور اسے جرات و ہمت عطا کر کے بے باک بنایا۔" ۶

منٹوؔ نے اپنی تحریروں میں وہ سب کچھ بیان کیا ہے جو دنیا میں بند کمروں میں تسلسل کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس نے معاشرے کے اندر ہونے والے حالات و واقعات کو کھول کو بیان کیا ہے۔ عام لوگوں کی نفسیات کو بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ منٹوؔ نے اپنے قلم کو سب سے زیادہ اپنے افسانوں میں بے باکانہ انداز میں چلایا ہے۔ اس نے جنسی موضوعات پر سب سے

Vol 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

زیادہ کہانیاں لکھیں۔ ان سب میں اس نے جو دیکھا اور سنا، اس کو من و عن بیان کیا ہے۔ بعض لوگ تو یہاں تک بھی کہہ دیتے ہیں کہ منٹو کو سچ بولنے اور سچ لکھنے کی عادت ہو گئی تھی اور وہ اپنی اس عادت سے مجبور بھی تھے۔ اس نے مختلف پردوں میں چھپی حقیقت کو سب کے سامنے بیان کیا ہے اور اس میں اس نے کسی قسم کی جھجک بھی محسوس نہیں کی۔ منٹو کی حقیقت پسند طبیعت کے بارے ڈاکٹر عبد الرشید خان اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "منٹو انسانی نفسیات کی جن گہرائیوں تک اتر جاتا ہے وہ اردو کے ادیبوں میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ اس کا عمیق مشاہدہ اور اظہار کی غیر معمولی قوت اس کے افسانوی ادب کو حقیقت کے ایک دستاویز کی حیثیت دے دیتی ہے۔۔۔۔ انسانی نفسیات کے ان گوشوں کو بے نقاب کرتا ہے جن پر عام طور سے ہماری نظر نہیں پڑتی۔" ۷

منٹو کی حقیقت نگاری کا بغور جائزہ لیں تو یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ ان کے ادبی فن پاروں میں روس اور فرانس کے ادیبوں کی حقیقت پسندی کی جھلک نظر آتی ہے۔ منٹو نے مغربی ادب کو پڑھا بھی ہے اور اس کی واضح اثر ان کے ہاں موجود ہے۔ انھوں نے مغربی طرز کو اپناتے ہوئے مختلف قسم کے حالات سے پردہ اٹھایا ہے۔ معاشرے میں موجود معاشی بدحالی اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، غریبوں کی حالت زار، بے روزگاری کو بیان کیا ہے۔ معاشرے میں غربت کی وجہ سے جو مسائل پیدا ہوتے ہیں، لوگوں کی زندگیوں پر اس کے اثرات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کا افسانہ "نعرہ" غربت و افلاس اور اس سے پیدا ہونے والی صورت حال کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ یہ افسانہ ان کا شاہکار افسانہ ہے۔ اس میں انھوں نے غریبوں کی زندگی کے ہر گوشے کو مکمل جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔

منٹو نے اپنے بعض افسانوں میں حالات و واقعات کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ لوگوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے سوئے ہوئے معاشرے کو جگانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ظلم و ستم اور غربت کے ستائے لوگوں کی زندگی کے شب و روز کی مکمل عکاسی کی ہے۔ غربت اور فاقہ کشی کی صورت میں پیدا ہونے والے مسائل سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ منٹو نظریاتی طور پر ترقی پسند فکر کا حامل افسانہ نگار ہے اس لیے اس نے اپنے افسانوں میں عام لوگوں کی ضروریات، مسائل، رسم و رواج، سوچ و فکر، روز مرہ زندگی میں پیش آنے والی مشکلات اور مصائب کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے ایسے ایسے موضوعات کو بھی بیان کیا ہے جس پر لوگ بات کرنے سے بھی کتراتے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ادب کے ذریعے معاشرے کے لوگوں کے حالات، ضروریات، مسائل کو دنیا کے سامنے لایا جائے تاکہ عام لوگوں کو بھی ان کا پتا چل سکے۔ منٹو کی حقیقت نگاری کو واضح کرنے کے لیے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

> "ہندوستان آزاد ہو گیا تھا۔ پاکستان عالم وجود میں آتے ہی آزاد ہو گیا تھا لیکن انسان دونوں مملکتوں میں غلام تھا۔ تعصب کا غلام۔۔۔ مذہبی جنون کا غلام۔۔۔ حیوانیت و بربریت کا غلام۔۔۔" ۸
>
> "مت ضائع کرو اپنا جوش! ادھر آؤ میرے ساتھ۔۔۔ چلو ان گوروں کو ماریں جنھوں نے ہمارے بے قصور آدمیوں کی جان لی ہے اور انھیں زخمی کیا ہے۔ خدا کی قسم ہم سب مل کر ان کی گردن مروڑ سکتے ہیں۔۔۔ چلو۔" ۹
>
> "تم خدا کے لیے کچھ کرو۔ چوری کرو یا ڈاکہ مارو، پر مجھے ایک شلوار کا کپڑا ضرور لا کر دو۔" ۱۰
>
> "ہر روز رات کو اس کا پرانا یا نیا ملاقاتی اس سے کہا کرتا تھا" سوگندھی میں تجھ سے پریم کرتا ہوں۔۔۔ پریم، کتنا سندر بول ہے ۔۔۔ وہ چاہتی تھی اس کو پگھلا کر اپنے سارے انگ پر مل لے، اس کی پالش کرے تاکہ یہ سارے کا سارا اس کے مساموں میں رچ جائے۔۔۔" ۱۱

منٹو کی حقیقت پسندی کا صرف ایک ہی مقصد نظر آتا ہے کہ معاشرے میں ہونے والے ایسے واقعات اور مسائل جن کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جن کے بارے میں عام لوگ بات کرنا گوارا نہیں کرتے، ان کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ انھوں نے معاشرے کے لوگوں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ ان کے افسانے متنوع موضوعات کے حامل افسانے ہیں۔ ہر افسانے میں کوئی نہ کوئی حقیقت بیان ہوئی ملتی ہے۔ ان کے افسانوں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ تخیل کی بجائے حقیقت کی عکاسی اور ترجمانی کرتے ہیں اور یہ کمال فن انھیں دوسرے افسانہ نگاروں سے ممتاز حیثیت عطا کرتا ہے۔ وہ مافوق الفطرت کہانیوں سے گریز کرتے ہیں۔ وہ جو بھی کہانی بیان کرتے ہیں اس کا کسی نہ کسی روز مرہ زندگی کی حقیقت سے تعلق ہوتا ہے۔ منٹو کی حقیقت نگاری کے بارے وارث علوی اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "حساسیت کی کہانیاں لکھنے کا منٹو کے یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ وہ سفاک حقیقت نگار تھا اور اس کا سروکار عام طور پر نچلے طبقے کی زندگی سے رہا۔" ۱۲

اردو ادب کی تاریخ میں منٹو کی طرح کسی بھی ادیب نے نڈر اور بے باک انداز میں حقیقت نگاری سے کام نہیں لیا۔ لوگوں نے مختلف قسم کے واقعات، حالات، جذبات و احساسات، معاشرتی حقائق، جنسی معاملات کو بیان کرنے کے لیے مختلف قسم کی علامتوں کا سہارا لیا، تمثیل نگاری کی مدد سے اپنے تجربات و مشاہدات کو لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ انھوں نے

Vol 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے تشبیہات واستعارات کی مدد سے اپنے خیالات کا اظہار کیا تا کہ انھیں کسی قسم کی تنقید اور مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ان کی شخصیت پر کسی قسم کا دھبہ نہ لگ جائے۔ لوگ انھیں برا بھلا نہ کہنا شروع کر دیں۔ انھی مسائل اور مشکلات کی وجہ سے اکثر لوگوں نے اپنے دل کی بات کو کسی پردے میں چھپا کر بیان کرنے میں عافیت سمجھی۔ ایسے لوگوں میں تنقید برداشت کرنے کی سکت نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ حقیقت پسندی سے اجتناب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ منٹوؔ کے بے باک انداز بیاں کے بارے ریحانہ سلطانہ اپنے خیالات کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

''منٹوؔ کے افسانوں میں نفسیاتی تجزیے کو بڑی خوبی سے پیش کیا گیا ہے۔ منٹوؔ نے اس نفسیاتی تجزیے میں حقیقت نگاری کا ثبوت دیا ہے ۔انھوں نے انسانی زندگی کی کمزوری، غلاظتوں اور کوتاہیوں کو بڑی بے باکی سے پیش کیا ہے۔'' ۱۳

منٹوؔ کے حقائق کو بیان کرنے کے کمال فن کے بارے اردو ادب کے ممتاز نقاد سید عابد علی عابد اپنی رائے کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''منٹوؔ حقائق کا نقاش نہیں تھا۔ عکاس تھا۔'' ۱۴

منٹوؔ نے بلا خوف وخطر اور کسی بھی قسم کی تنقید یا مزاحمت کے ڈر کو قریب تک نہیں بھٹکنے دیا۔ انھوں نے اس معاشرے کے اندر جو کچھ بھی دیکھا، جہاں بھی دیکھا اور جیسا دیکھا اسے اسی طرح بیان کر دیا۔ اس نے مرد اور عورت کے ناجائز جسمانی تعلقات، مرد اور عورت کی نفسیات، طوائف کی زندگی کے تمام پہلوئوں، بازار حسن کے ماحول اور اس سے وابستہ لوگوں کی زندگی کو مکمل تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس نے کسی بھی منظر، شخصیت یا تعلق کو بیان کرنے میں الفاظ کا ایسا چنائو کیا ہے کہ جس سے اس منظر، شخصیت یا تعلق کا ہر گوشہ عیاں نظر آتا ہے اور اس کے لیے اس نے بعض اوقات بالکل نازیبا الفاظ تک استعمال کر دیے ہیں۔ حقیقت نگاری کا یہ خاص پہلو صرف اور صرف منٹوؔ کے ہاں زیادہ نظر آتا ہے۔

اردو ادب کی تاریخ میں بہت سے لوگوں نے مختلف قسم کے حالات وواقعات کو اپنے بھرپور مشاہدے سے حقیقت کا روپ دیا اور اسے اپنے فن پاروں میں بیان کیا لیکن جس منفرد انداز اور بے باکی کے ساتھ منٹوؔ نے حالات وواقعات کو حقیقت کا جامہ پہنایا ہے، اس کی مثال ملنا محال ہے۔ منٹوؔ اردو زبان وادب کا وہ واحد حقیقت نگار تخلیق کار ہے جس نے حقیقت نگاری کے راستے پر چل کر وہ سب کچھ عیاں کر دیا جو عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ وہ سب کچھ لوگوں کے سامنے لا کر رکھ دیا جس کو بیان کرنا مشکل ہی نہیں بل کہ ناممکن بھی تھا۔ جس ہمت اور دلیری کے ساتھ منٹوؔ نے حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے، اردو ادب میں ایسا کسی بھی تخلیق کار نے نہیں کیا۔ اگر یوں کہا جائے کہ حقیقت نگاری اور منٹوؔ کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے تو بے جا نہ ہو گا۔

حوالہ جات

۱۔ سعادت حسن منٹوؔ، میں افسانہ کیونکر لکھتا ہوں، منٹو راما، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۳۹۹

۲۔ مشرف عالم ذوقی، منٹو: ایک کولاژ، سہ ماہی فکر و تحقیق، نئی دہلی: شمارہ ۳، جلد ۱۵، ۲۰۱۲ء، ص ۵۶

۳۔ صالحہ زریں، ڈاکٹر، موسم کی شرارت۔۔۔ ایک تجزیہ، بازیافت، شعبہ اردو، سرینگر: کشمیر یونیورسٹی، ۲۰۱۲ء، ص ۱۱۶

۴۔ گوپی چند نارنگ، اُردو افسانہ روایت اور مسائل، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰۸

۵۔ وقار عظیم، پروفیسر، داستان سے افسانے تک، لاہور: الوقار پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۳۳۹

۶۔ عبد الرشید خاں، ڈاکٹر، اردو افسانے میں جنس نگاری، دہلی: ذکریٰ انٹر نیشنل پبلیشرز، ۲۰۱۰ء، ص ۶۷

۷۔ ایضاً، ص ۷۲

۸۔ سعادت حسن منٹوؔ، گنجے فرشتے، لاہور: مکتبہ البیان، ۱۹۵۲ء، ص ۱۹۰

۹۔ سعادت حسن منٹو، یزید، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۵۱ء، ص ۸۳

۱۰۔ سعادت حسن منٹوؔ، کالی شلوار، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۵۳

۱۱۔ سعادت حسن منٹوؔ، منٹوؔ کے افسانے، لاہور: مکتبہ اردو، ۱۹۴۱ء، ص ۲۲۸

۱۲۔ علی احمد فاطمی، منٹو کے وارث، سہ ماہی فکر و تحقیق، نئی دہلی: شمارہ ۳، جلد ۱۵، ۲۰۱۲ء، ص ۳۲

۱۳۔ ریحانہ سلطانہ، سماج کا عکاس۔۔۔ 'منٹوؔ'، سہ ماہی فکر و تحقیق، نئی دہلی: شمارہ ۳، جلد ۱۵، ۲۰۱۲ء، ص ۳۲۸

۱۴۔ عابد علی عابد، سیّد، گنجا فرشتہ، نقوش۔۔۔ منٹو نمبر، لاہور: شمارہ ۵۰۔۴۹، ص ۲۵۲